پروفیسر اکرام علی ملک

انجمنِ اسلامیہ ملتان ـــــ ابتدائی حالات

ملتان مسلمانوں کا ایک نہایت اہم علمی، ثقافتی اور روحانی مرکز رہا ہے۔ محمد بن قاسم کی فتح کے بعد یہ ہندوستان میں عرب حکومت کا دارالخلافہ اور اس کے بعد غزنویوں، سلاطینِ دہلی اور مغلوں کا ایک اہم سیاسی مرکز تھا۔ وسط ایشیا اور ہندوستان کے درمیان تجارتی راستوں کے سنگھم پر واقع ہونے کی وجہ سے بھی اسے خصوصی اہمیت حاصل تھی۔ ۱۸۱۸ء میں رنجیت سنگھ اور ۱۸۴۹ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس پر قبضہ کر لیا۔ ہندوستان کے دیگر شہروں کی طرح ملتان کے مسلمانوں نے بھی انگریزوں کے وضع کردہ تعلیمی نظام کی سخت مزاحمت کی۔ وہ سرکاری مدرسوں کی مذہب سے مبرا تعلیم کو صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ جس کے نتیجے میں تعلیمی و اقتصادی میدان میں ہندوؤں سے بہت پیچھے رہ گئے۔ سر سید احمد خاں نے سب سے پہلے مسلمانوں کو اس خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کی ملک گیر کوشش کی۔ وہ پنجاب کے مسلمانوں کے ملی جذبہ و جوش سے متاثر تھے جس کا بھرپور مظاہرہ ۱۸۸۴ء میں ان کے دورۂ پنجاب کے دوران کیا گیا۔ اسی جذبے کی وجہ سے زندہ دلانِ پنجاب نے ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ان کی تحریک کی ہر ممکن مدد کی اور صوبے کے متعدد شہروں میں اسلامی انجمنیں قائم کر لیں۔ ان انجمنوں کا بنیادی مقصد اپنی مدد آپ کے اصول پر مسلمانوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کا انتظام کرنا تھا۔ ان کی وجہ سے مسلمانوں میں جدید تعلیم کے لیے شوق و جوش کی ایک زبردست لہر دوڑ گئی۔ یہی لہر مسلمانوں کی بیداری و ترقی کے لیے پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

ملتان میں مسلمانوں کی سب سے پہلی ایسی انجمن ۲۰ مئی ۱۸۸۸ء کو "اعانت الاسلام" کے نام سے قائم ہوئی[1]۔ کچھ عرصے سے شہر کے مسلمان اکابر اسلامی انجمن کی ضرورت کو محسوس کر رہے تھے۔ اس مقصد کے لیے منشی باغ علی

---

[1] رفیقِ ہند (لاہور) ۲ جون ۱۸۸۸ء

کے مکان پر چند اجلاس بھی منعقد ہوئے جن میں اسلامی انجمن کے قیام اور اس کے لیے مسلم رؤسا کو راغب کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا[۲] چنانچہ ۲۰ مئی کو شیخ حسن بخش قریشی کے ایما اور کوششوں سے انہی کے گھر انہی کی صدارت میں چیدہ چیدہ مسلم معززین کا اجلاس منعقد ہوا، جس میں انجمن کی بنیاد رکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔ مخدوم بہاول بخش کو صدر اور ان کے چھوٹے بھائی شیخ حسن بخش کو سیکرٹری منتخب کیا گیا[۳] چوں کہ انجمن کا اہم ترین مقصد ایک ایسے اسلامی مدرسے کا قیام تھا جس میں مروجہ علوم کے علاوہ دینی تعلیم کا بھی انتظام ہو، اس لیے پہلے ہی اجلاس میں اس کے لیے دو سو روپے چندہ جمع ہوگیا۔ اسی اجلاس میں قرآن شریف کی تعلیم کے لیے ایک حافظ اور فارسی و ریاضی پڑھانے کے لیے ایک مڈل پاس مسلمان نے بلا اجرت خدمات کی پیش کش کی[۴] شروع میں انجمن کے ہفتہ وار اجلاس مخدوم بہاول بخش کے مکان پر منعقد ہوتے رہے۔ ستمبر میں میاں جان محمد ٹھیکیدار نے بوہڑ دروازہ کے باہر واقع اپنا فراخ و پختہ مکان انجمن کو مستعار دے دیا[۵] دیگر مسلمانوں کو ممبر بنانے اور چندہ اکٹھا کرنے کے لیے بھی کوششیں کی گئیں۔ چنانچہ ۲۷ مئی کے اجلاس میں خلیفہ پیر بخش کو امین اور مولوی محمد رمضان کو چندہ وصول کرنے کے لیے مقرر کیا گیا۔ دیگر اکابرِ شہر سے رابطہ قائم کرنے اور انھیں انجمن کی مالی اعانت کے لیے راغب کرنے کے لیے نو ممبروں پر مشتمل ایک وفد بھی تشکیل دیا گیا۔ اسی اجلاس میں انجمن کی مدد کرنے والے رؤسا کو "مربی" کا لقب دینے اور انجمن کی مفصل کارروائی کو اخبار رفیق ہند (لاہور) میں اشاعت کے لیے بھیجنے کا بھی فیصلہ کیا گیا[۶] انجمن کی رکنیت کے لیے چندے کی رقم متعین نہ تھی بلکہ ہر ممبر اپنی مرضی اور استطاعت کے مطابق چندہ دیتا تھا۔ دسمبر ۱۸۸۸ء تک ۱۵۰ ارکان رجسٹر ہو چکے تھے جو ۲ آنے سے ۵ روپے ماہوار چندہ ادا کرتے تھے[۷] ان میں چند اکابر دوسرے شہروں سے بھی تعلق رکھتے تھے۔ جولائی ۱۸۸۸ء میں انجمن نے نواب بہاول پور کی خدمت میں ایک سپاسنامہ پیش کیا جس کے نتیجے میں اسے دو سو روپے کا عطیہ

---

۲ رپورٹ تعلیم ضلع ملتان، مرتبہ شیخ حسن بخش قریشی سیکرٹری انجمن اسلامیہ ملتان، روئداد اجلاس سوئم محمڈن ایجوکیشنل کانگریس (دسمبر ۱۸۸۸) آگرہ، ۱۸۸۹، ص ۱۳۲۔

۳ رفیق ہند ۹ جون ۱۸۸۸ء ۴ ایضاً، ۲ و ۹ جون ۱۸۸۸ء ۵ رپورٹ تعلیم ضلع ملتان، ص ۱۳۳، ۱۳۴

۶ رفیقِ ہند ۱۶ جون ۱۸۸۸ء ۷ رپورٹ تعلیم ضلع ملتان، ص ۱۳۴

موصول ہوا[8] اس سے انجمن کو اپنے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے میں بڑی مدد ملی۔ چندے کی وصولی کو باقاعدہ بنانے کے لیے ایک ملازم رکھنے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ ۲۴ جون کے اجلاس میں گیارہ ممبروں کی مینجنگ کمیٹی اور اغراض و مقاصد پر دوبارہ غور کرنے کے لیے نو رکنی سب کمیٹی قائم کی گئی۔ اسی اجلاس میں انجمن کے دفتر میں ایک لائبریری قائم کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ اس مقصد کے لیے تمام ممبران سے اپنے اخبارات ایک ماہ کے لیے مستعار دینے کی درخواست کی گئی۔[9] اگلے ہفتہ وار اجلاس میں انجمن کا نام تبدیل کر کے "انجمن اسلامیہ ملتان" رکھ دیا گیا۔[10] اغراض و مقاصد بھی از سر نو مرتب کیے گئے جو یہ تھے۔ (ا) مسلمانوں کو گورنمنٹ کے اصولوں سے آگاہ کر کے اس کی وفاداری و نمک حلالی کی ترغیب دیتے رہنا (ب) یتیم و مفلس مسلمان بچوں کی پرورش و تربیت کا انتظام کرنا (ج) مسلمان بچوں کی دینی و دنیاوی اعلیٰ تعلیم کا انتظام کرنا۔ سیکرٹری انجمن کی رپورٹ کے مطابق مسلمانوں کی پس ماندگی و مشکلات کی دو اہم ترین وجوہ یہ تھیں کہ وہ اپنے سچے مذہب کے اصولوں پر عمل پیرا نہ تھے اور حکومت کے فیوض سے فائدہ نہیں اٹھا رہے تھے، چنانچہ انہی اسباب کو دور کرنے کے لیے انجمن قائم اور اس کے اصول مرتب کیے گئے تھے۔[11]

مدرسے کا باقاعدہ افتتاح ۱۴ اکتوبر ۱۸۸۸ کو ڈپٹی کمشنر اے سی رینک کی صدارت میں ایک شاندار تقریب میں کیا گیا۔ اس میں مقامی رؤسا و حکام کے علاوہ یورپین حضرات کی ایک بڑی تعداد نے بھی شرکت کی۔[12] اس وقت انجمن کے پاس پانچ سو روپے سے کچھ زائد سرمایہ جمع تھا۔ یہ رقم بظاہر مدرسے کے لیے کافی نہ تھی لیکن ممبران کی دلچسپی اور غیبی امداد کی توقع پر اسے جاری کر دیا گیا۔[13] اس کے قیام میں مخدوم بہاول بخش صدر انجمن، سیٹھ خدا بخش نائب صدر، شیخ حسن بخش قریشی و سید حسن بخش گردیزی سیکرٹریان اور سید حامد شاہ

۸؎ رپورٹ تعلیم ضلع ملتان، ص ۱۲۹

۹؎ رفیق ہند ۱۴ جولائی ۱۸۸۸ء

۱۰؎ ایضاً، ۲۲ جولائی ۱۸۸۸ء

۱۱؎ رپورٹ تعلیم ضلع ملتان، ص ۱۵۱-۱۵۲

۱۲؎ ایضاً، ص ۱۵۲۔

۱۳؎ رپورٹ مدرسہ اسلامیہ ملتان بابت ۱۸۸۹ء، مرتبہ منشی واحد علی سیکرٹری انجمن اسلامیہ ملتان، تتمہ نمبر ۳ متعلق روداد اجلاس چہارم محمڈن ایجوکیشنل کانگریس (دسمبر ۱۸۸۹)، آگرہ، ۱۸۹۰ء، ص ۱۶۳۔

ممبر نے اہم کردار ادا کیا۔[۱۴] یہ مدرسہ انجمن کے مکان میں ہی واقع تھا اور شروع میں اس کا درجہ اپر پرائمری تک رکھا گیا۔ نومبر ۱۸۸۸ء تک یعنی تین پہلی، دوسری اور چوتھی جماعتیں قائم ہو گئیں۔[۱۵] دسمبر تک کل ۴۷ طلبہ داخل ہوئے جبکہ اوسط حاضری ۴۴ تھی۔ تین اساتذہ یعنی انگریزی، فارسی، حساب اور قرآن شریف پڑھانے اور نماز سکھلانے کے لیے مقرر تھے۔ مدرسے کا کل خرچ چالیس روپے ماہوار تھا، اس کے انتظام و نگرانی کے لیے سترہ ممبروں پر مشتمل ایک منتخب کمیٹی بھی قائم تھی۔[۱۶] ۱۸۸۹ء میں تیسری اور پانچویں جماعتیں بھی قائم ہو گئیں، جس سے اپر پرائمری کا درجہ مکمل ہو گیا۔ اس کے علاوہ ایک اعلیٰ جماعت بھی قائم تھی جس کے طلبا نومبر ۱۸۹۰ء میں مڈل سکول امتحان کے لیے تیاری کر رہے تھے۔[۱۷] دنیوی علوم کے علاوہ دینی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی۔ ہر جماعت کے لیے نصاب مقرر تھا۔ دینی تعلیم کے لیے مختلف مدارج میں قرآن شریف، دینیات اور نماز کی تعلیم دی جاتی تھی۔ جماعت چہارم میں نماز ادا کرنا لازمی تھا۔ اس کے علاوہ قرآن شریف کی تجوید کے لیے ایک علیحدہ جماعت قائم تھی جس کے طلبا کے لیے مروجہ علوم کی تعلیم لازمی نہ تھی۔ دنیوی علوم کے نصاب میں اردو، فارسی، حساب، انگریزی اور جغرافیہ کے مضامین شامل تھے۔ انگریزی کی تعلیم جماعت سوم سے شروع ہوتی تھی۔[۱۸] اکثر مضامین کے لیے انجمن حمایت اسلام لاہور کی شائع کردہ کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔

۱۸۸۹ء میں انجمن کو ڈپٹی کمشنر میجر ہچنسن (HUTCHINSON) کی مدد سے مدرسے کے لیے ایک قطعہ اراضی حاصل ہو گیا۔ اسی دوران تعمیر کے لیے ایک ہزار چار سو ستر روپے بھی جمع ہو گئے جن سے مدرسے کی تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا۔ تعمیر کی رقم کو علیحدہ مد میں رکھا گیا اور سرمایہ کی کمی کو پورا کرنے کے لیے ایک خصوصی فہرست چندہ کھول دی گئی۔ اس فنڈ کی فراہمی میں صدر، نائب صدر اور سیٹھ محمد قاسم ممبر نے نمایاں کردار ادا کیا۔ ۱۸ اکتوبر ۱۸۸۸ء کو انجمن کا کل سرمایہ دو سو بیس روپے پندرہ آنے تین پائی تھا جب کہ آیندہ تیرہ ماہ میں اسے دو سو ستاسی روپے کی آمدن ہوئی۔ اخراجات نکال کر دسمبر ۱۸۸۹ء میں انجمن کے پاس کل دو سو اڑتالیس روپے کا

---

[۱۴] رپورٹ تعلیم ضلع ملتان، ص ۱۲۸ - ۱۲۹۔

[۱۵] رپورٹ بابت ۱۸۸۹ء، ص ۱۶۷۔

[۱۶] رپورٹ تعلیم ضلع ملتان، ص ۱۲۹ - ۱۳۰

[۱۷] رپورٹ بابت ۱۸۸۹ء، ص ۱۶۸

[۱۸] ایضاً (دستور العمل تعلیم)، ص ۱۶۶ - ۱۶۷۔

سرمایہ تھا جو ان کے منصوبوں کی تکمیل و ترقی کے لیے بالکل ناکافی تھا۔ سیکرٹری انجمن منشی واحد علی خاں کے بیان کے مطابق اکثر ممبران ابتدائی جوش و خروش کے بعد سرد مہری و غفلت کا شکار تھے۔ حتیٰ کہ ماہانہ چندے کی وصولی میں بھی متعدد دشواریاں پیش آرہی تھیں۔ دسمبر ۱۸۸۹ء میں مدرسے کی جماعتوں کی تعداد چھ اور طلبا کی تعداد ۷۶ تھی۔ ان میں رؤسا و عمائدین کا ایک بھی لڑکا شامل نہ تھا۔ چند پردیسی اہل کاروں کے لڑکوں کے علاوہ تقریباً تمام طلبا ان والدین کے بچے تھے جو سرکاری یا مشنری سکولوں کے اخراجات برداشت نہیں کرسکتے تھے یا ان میں تعلیم دلوانے کے خلاف تھے۔ انجمن سرکاری مدرسوں میں زیرِ تعلیم مسلم طلبا کو دینی تعلیم دینے کا انتظام کرنے کی بھی خواہاں تھی۔ اس کے مطابق اس مقصد کے لیے ایک سو بیس روپے سالانہ کی رقم درکار تھی جو انجمن کے موجودہ مالی وسائل سے ادا نہیں ہوسکتی تھی۔ سیکرٹری کے بیان کے مطابق سرمایہ میں مناسب اضافے کے بغیر مدرسے کی تمام جماعتوں کو برقرار نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ مسلم رؤسا اس میں کوئی دلچسپی نہ لیتے تھے۔ وہ خود اپنے بچوں کی تعلیم سے غافل تھے۔ سرمایہ کی کمی دیگر منصوبوں مثلاً اعلیٰ تعلیمی درجوں میں داخلے کے خواہاں غریب مسلم طلبا کے لیے وظائف کے اجرا میں بھی حائل تھی۔ انجمن کے مستقبل اور ترقی کا دارومدار مسلم عمائدین کی مالی امداد پر تھا۔ اسے نواب بہاولپور سے بھی ایک خطیر رقم کی توقع تھی جس سے مالی مشکلات پر قابو پانے میں خاصی مدد مل سکتی تھی۔[19]

انجمن کا ایک اہم مقصد لاوارث، یتیم اور مفلس مسلم بچوں کی پرورش و تربیت کا انتظام کرنا بھی تھا۔ یہ مقصد اس دور میں قائم ہونے والی تمام انجمنوں میں مشترک تھا۔ عیسائی مشنری ایسے لاوارث اور مفلس بچوں کی تلاش میں رہتے تھے تاکہ ان کی پرورش کرکے عیسائی بنایا جا سکے۔ قحط، وبا اور دیگر قدرتی آفات میں انھیں خاصی کامیابی ہوجاتی تھی۔ یہ صورتِ حال ہندوستان کے دیگر مذاہب کے لیے تشویش کا باعث تھی اور کافی حد تک انجمنوں اور دیگر سوسائٹیوں کے قیام کا بھی باعث بنی۔ دسمبر ۱۸۸۸ء میں دو لاوارث بچے انجمن کی کفالت میں تھے۔ ان کی پرورش، خوراک وغیرہ کے تمام اخراجات انجمن کے ذمے تھے۔ اس سلسلے میں وہ مزید ایسے بچوں کی دست گیری کے لیے تیار تھی۔[20] علاوہ ازیں انجمن چند مفلس طلبا کی مالی

---

[19] رپورٹ بابت ۱۸۸۹، ص ۱۶۸-۱۷۲ [20] رپورٹ تعلیم ضلع ملتان، ص ۱۵۲

امداد بھی کرتی تھی۔ ایسے مواقع پر خاص چندہ جمع کر لیا جاتا تھا یا کوئی ممبر اس کام کو اپنے ذمے لے لیتا تھا۔ بعض اوقات انجمن کے سرمایہ سے بھی مدد دی جاتی تھی۔[۱۲۱]

انجمن نے مسلمانوں میں قومی یک جہتی اور اتحاد کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے بھی کوشش کی۔ اس سلسلے میں اس کے اجلاسوں میں مختلف موضوعات پر تقاریر کا اہتمام کیا گیا۔ مثلاً ۲ و ۱۷ جون ۱۸۸۸ء کو بابو کرم الٰہی سٹیشن ماسٹر نے قومی حالت و آزادیِ رائے پر نہایت عمدہ و پُر اثر تقاریر کیں۔[۱۲۲] رفیقِ ہند کے مطابق اوّل الذکر تقریر سُن کر تمام حاضرین آب دیدہ ہو گئے۔ اسی طرح یکم جولائی کو مرزا قاضی بیگ نے ہمدردی و اتفاق پر پُر زور لیکچر دیا۔[۱۲۳] انجمن نے سیاسی معاملات میں بھی سرسید احمد خاں کے نظریات کی بھرپور تائید کی۔ ۲۳ ستمبر ۱۸۸۸ء کو اس نے اپنے اجلاس میں سرسید احمد خاں کے خط کی حمایت میں انڈین نیشنل کانگریس کے خلاف قرارداد منظور کی۔ اس کے مطابق انجمن ہر قسم کی سیاسی کارروائی کو مسلمانوں کے لیے مضر سمجھتی تھی۔ وہ اپنی پس ماندگی کے پیشِ نظر نہ تو سیاسی کارروائیوں میں شرکت کی اہلیت رکھتے تھے اور نہ حکومت کو اپنا بدخواہ و مخالف بنانے کے متحمل ہو سکتے تھے۔ اس لیے سیاسی کارروائیوں سے اجتناب اور حکومت کے لیے وفاداری کا اظہار ان کے مخصوص حالات و مفادات کے عین مطابق اور قرینِ مصلحت تھا۔ انجمن نے یونائیٹڈ انڈین پٹیریاٹیک ایسوسی ایشن (UNITED INDIAN PATRIOTIC ASSOCIATION) کے اغراض و مقاصد کی تائید کرتے ہوئے قومی ترقی و بھلائی کے لیے سرسید احمد خاں کی انتھک کوششوں کی بھی بھرپور تعریف کی۔[۱۲۴]

انجمن کی رکنیت صرف مقامی مسلمانوں تک محدود نہ تھی بلکہ دیگر شہروں کے مسلم عمائدین اور انجمنوں نے بھی اس کی کارروائیوں میں دلچسپی کا اظہار کیا۔ مثلاً ہوشیارپور کے شیخ عمر بخش بیرسٹر اور بمبئی و رکان پور کی انجمن اشاعت الاسلام و مجلس اخوان الصفا نے انجمن کی رکنیت کے لیے درخواستیں بھیجیں۔ انجمن

---

۱۲۱ رپورٹ بابت ۱۸۸۹ء، ص ۱۷۰

۱۲۲ رفیقِ ہند ۱۶ و ۳۰ جون ۱۸۸۸ء

۱۲۳ ایضاً، ۲۱ جولائی ۱۸۸۸ء

۱۲۴ ایضاً، ۲۹ ستمبر ۱۸۸۸ء

Dr. Zakir Husain Library Jamia Nagar J.M.I. New Delhi

اشاعت الاسلام نے تو اپنا اخبار " خیر خواہ اسلام " بھی باقاعدگی سے بھیجنے کا وعدہ کیا[25] ان رابطوں سے قومی یک جہتی اور اخوت کو مزید تقویت ملی ۔ انجمن اسلامیہ ملتان مقامی مسلمانوں کی پہلی اجتماعی کوشش اور انجمن تھی ۔ اس کا بنیادی مقصد قوم کی فلاح و بہبود تھا ۔ اس کے اکثر ممبران نے اس سلسلے میں بہت محنت کی اور بڑی خدمات سرانجام دیں ۔ اس طرح انجمن نے ملتان کے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی و سماجی بہبود میں اہم کردار ادا کیا ۔ یہ انجمنیں مسلمانانِ ہند کی بیداری اور ان کے قومی تشخص کو اجاگر کرنے اور برقرار رکھنے میں بہت مددگار ثابت ہوئیں ۔ اسی لیے ہماری قومی جدوجہد میں انھیں ایک خاص مقام اور اہمیت حاصل ہے ۔

---

[25] رفیق ہند ۳۰ جون و ۱۴ جولائی ۱۸۸۸ء

پاکستانی مسلمانوں کے رسوم و رواج

شاہد حسین رزاقی

پاکستانی معاشرے کو نئے سانچے میں ڈھالنے اور قومی ترقی کی راہ ہموار کرنے کے لیے رسوم و رواج کی اصلاح بہت ضروری ہے اور اسی مقصد کے پیشِ نظر یہ کتاب لکھی گئی ہے ۔ اس میں پاکستان کے مختلف علاقوں کے رسوم و رواج بڑی تفصیل سے قلم بند کیے گئے ہیں اور ان رسموں کی طرف خاص طور سے توجہ دلائی گئی ہے جو اخلاقی اور اقتصادی لحاظ سے بہت بری اور نقصان رساں ہیں ۔ اس کے ساتھ ہی موجودہ رسوم میں ضروری ترمیم و اصلاح کرنے اور معیوب و مضر رسم و رواج کو بالکل ختم کر دینے کے لیے مفید اور قابلِ عمل تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں ۔ اس کتاب پر مصنف کو یونیسکو کا انعام ملا ہے ۔

صفحات ۴۸۰ — قیمت ۲۰ روپے

ملنے کا پتا ، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ ، کلب روڈ ، لاہور

مکتوبِ مدنی

مولانا محمد حنیف ندوی

الہیات میں یہ بحث بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ اللہ تعالیٰ اور کائنات میں ربط و تعلق کی اہمیت کیا ہے؟ ابن عربی نے وحدتِ وجود کا نظریہ پیش کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بحرِ وجود ایک ہے اور تمام کائنات اسی بحرِ بیکراں کی موجیں ہیں۔ مجدد الف ثانی نے اس کے مقابلے میں نظریۂ شہود کی تائید کی جس میں وجود دو ہیں۔ ایک مادی دنیا کا اور دوسرا حقیقت ماورا الورا کا۔

اس مکتوب میں شاہ ولی اللہ نے دونوں میں تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔ یہ رسالہ اس مکتوب کا شگفتہ اور سلیس اردو ترجمہ ہے۔

صفحات ۳۶ — قیمت ۵ روپے

مقالات

مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی

یہ کتاب مختلف مضامین کا مجموعہ ہے۔ ان مضامین میں آپ کو کچھ ایسے نکات ملیں گے جو اس سے پہلے سامنے نہیں آئے۔ ضروری نہیں کہ موصوف کے تمام افکار سے آپ کو اتفاق ہو، لیکن یہ بھی کوئی مستحسن بات نہیں کہ ہر فکر نو کو صرف اس لیے ناقابلِ اعتنا قرار دیا جائے کہ یہ بات پہلے نہیں سنی تھی۔ فکر کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے اور قدرت کا منشا بھی یہی ہے کہ فکری ارتقا جاری رہے جس طرح دین کے خلاف کوئی فکر ہمارے لیے جائز نہیں، اسی طرح دین پر جمود کا قفل لگا دینا بھی درست نہیں۔ اس مجموعے میں آپ کو یہی خصوصیت نظر آئے گی۔ اصول میں استحکام اور فروع میں غور و فکر کی لچک۔

صفحات ۵۰۰ — قیمت ۲۵ روپے

ملنے کا پتا : ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور